18

اپنے اعمال سے دنیا پر واضح کر دو کہ تم دوسروں سے زیادہ اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے اور اعلیٰ اخلاق ظاہر کرنے والے ہو

(فرمودہ 5/جون 1953ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

"سب سے بڑی مصیبت جو انسان پر آتی ہے اور اُسے ہلاکت اور بربادی کے گڑھے میں گرا دیتی ہے وہ یہی ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو اندھا اور بہرہ سمجھ لیتا ہے۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے فرمایا ہے انسان کو اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا لیکن اُسے دوسروں کی آنکھ کا تنکا بھی نظر آجاتا ہے1۔ پس بڑی خرابی یہی ہوتی ہے کہ انسان دوسرے کے عیب کو بڑا بنا کر دیکھتا ہے۔ اور اِس وجہ سے اپنے عیب کے متعلق سمجھتا ہے کہ وہ کسی کو نظر نہیں آسکتا۔

دنیا میں جب کوئی شخص دوسرے کے عیب کو بڑھا کر دکھاتا ہے تو علاوہ اِس کے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے عیب چینی کے نتیجہ میں وہ اپنے عیب کو بھول جاتا ہے۔ جب اسے کہا جاتا ہے کہ تم نے جھوٹ بولا ہے تو وہ کہہ دیتا ہے کہ ساری دنیا ہی جھوٹ بولتی ہے اور سمجھتا ہے کہ ایسا کرکے اس نے اپنا عیب کمزور کر لیا ہے۔ یا جب کوئی احمدی سنیما دیکھتا ہے اور اُس سے کہا جاتا ہے کہ تم کیوں سنیما دیکھتے ہو؟ تو وہ کہہ دیتا ہے

کہ سارے احمدی ہی سینما دیکھتے ہیں۔ گویا اُسے فوراً سارے احمدی سینما دیکھنے والے نظر آنے لگ جاتے ہیں۔ اِسی طرح اگر ایک احمدی چندہ نہیں دیتا اور اُسے کہا جائے کہ تم چندہ کیوں نہیں دیتے؟ تو وہ فوراً یہ جواب دیتا ہے کہ کوئی احمدی بھی اپنی آمدنی کے مطابق چندہ نہیں دیتا۔

غرض دوسروں کے عیوب کو بڑھا کر پیش کرنے اور ان کی طرف عیوب منسوب کرنے کی وجہ سے انسان اپنے عیوب پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ مصیبت ایسی مصیبت ہے کہ اس کی وجہ سے انسان اپنی اصلاح کی طرف توجہ نہیں دے سکتا۔ وہ دوسروں کو عیب دار خیال کرتا ہے اور خود یہ سمجھتا ہے کہ میرے عیب کوئی نہیں دیکھتا۔ پہلے وہ دوسروں کو اندھا خیال کرتا ہے۔ یعنی وہ سمجھتا ہے کہ دوسرے اُس کے عیب کو نہیں دیکھتے اور پھر وہ خود اندھا ہو جاتا ہے کیونکہ اُسے خود بھی اپنے عیب نظر نہیں آتے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے بلی آتی ہے تو کبوتر اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ آنکھیں بند کرنے سے اُسے بلی نظر نہیں آتی۔ لیکن وہ سمجھتا یہ ہے کہ بلی بھی اُسے نہیں دیکھ رہی۔ اگر انسان دوسروں کو اندھا نہ سمجھے اور یہ خیال نہ کرے کہ دوسرے لوگ اُس کے عیوب کو نہیں جانتے تو اِس کا نتیجہ یہ ہو کہ اُسے اپنے عیوب نظر آجائیں اور اس طرح وہ اپنے عیوب کی اصلاح کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

1912ء میں جب میں نے حج کیا تو میرے ایک ماموں جو ہماری نانی صاحبہ مرحومہ کی بہن کے لڑکے تھے اور برطانوی قونصلیٹ (CONSULATE) میں کام کرتے تھے، مجھے سمندر کے کنارے ایک جگہ لے گئے۔ اور کہنے لگے یہاں ایک عجیب واقعہ ہوا تھا جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ چند سال ہوئے ایک آغا خانی جو سر آغا خاں کے چچا تھے یا کوئی اَور قریبی رشتہ دار تھے حج کے لیے آئے۔ اُن کے ساتھ اُن کا لڑکا بھی تھا۔ وہ بڑے آدمی تھے اُن کا اپنے شرکاء کے ساتھ جائیداد کا جھگڑا تھا۔ شرکاء انہیں وہ جائیداد نہیں دینا چاہتے تھے۔ مقدمہ چل رہا تھا۔ اُس مقدمہ کے دوران میں انہیں خیال پیدا ہوا کہ میں حج کر آؤں۔ چنانچہ وہ اپنے بیٹے کے ہمراہ حج کے لیے روانہ ہو گئے۔ بڑے آدمیوں کو اپنے آرام کا بڑا خیال ہوتا ہے۔ وہ سفر میں بھی جہاں تھوڑی دیر ٹھہرنا ہو اپنے آرام کا سامان کر لیتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ جہاز سے اُترے تو اُن کے نوکروں نے آرام کرسیاں بچھا دیں اور کہا آپ تشریف رکھیئے، ہم سامان وغیرہ اتار لیں۔ وہ آرام کرسیوں پر جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی کسی نے پستول سے اُن دونوں کو ہلاک کر دیا۔ چونکہ وہ بمبئی سے روانہ ہوئے تھے اور بمبئی انگریزی علاقہ میں تھا اور جہاز بھی

برطانوی تھا اِس لیے اُن کی وفات کی خبر ہمیں ملی تو برطانوی قونصل پولیس لے کر موقع پر پہنچے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ دونو کر وہاں کھڑے تھے۔ انہیں بتایا گیا کہ انہی دونوں نے پستول کے ذریعہ انہیں مارا ہے۔ چنانچہ پولیس نے آگے بڑھ کر انہیں گرفتار کرلیا۔ پہلے تو وہ دونوں بڑے اطمینان سے کھڑے تھے لیکن گرفتاری کے بعد اُن کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ جس طرح ایک انسان کسی اچانک واقعہ سے جس کی اُسے امید نہ ہو گھبرا جاتا ہے اِسی طرح وہ گھبرا کر کہنے لگے کیا آپ نے ہمیں دیکھ لیا ہے؟ ہمیں تعجب ہوا کہ انہیں یہ خیال کیسے آیا کہ ہم انہیں دیکھ نہیں رہے۔ ہم نے انہیں کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم تمہیں دیکھ نہیں رہے۔ وہ کہنے لگے جن لوگوں کے کہنے پر ہم نے قتل کیا ہے انہوں نے ہمیں دو پڑیاں دی تھیں اور کہا تھا کہ قتل کے بعد تم یہ دونوں پڑیاں کھالینا ان کے کھانے سے تم کسی کو نظر نہیں آؤ گے۔ درحقیقت اُن پڑیوں میں زہر تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہی انہیں خون کے دست آنے شروع ہوگئے اور وہ دونوں مر گئے۔ اب یہ اُن لوگوں کی حماقت تھی کہ انہوں نے سمجھا کہ ہم کسی کو نظر نہیں آتے۔ اور شاید جو شخص بھی یہ واقعہ سنے گا کہے گا کہ کیا دنیا میں ایسے بے وقوف بھی ہوتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کسی اَور کو نظر نہیں آتے۔ جیسے چھوٹے بچے سمجھتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کی ایک ٹوپی تھی۔ اگر کوئی شخص وہ ٹوپی اپنے سر پر رکھ لیتا تھا تو وہ کسی اَور کو نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن بڑی عمر کے لوگ اس وہم میں مبتلا نہیں ہوتے۔

ہاں مذہب کے سلسلہ میں بڑی عمر کے لوگ بھی بعض دفعہ اس مرض میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ وہ یہ تو نہیں سمجھتے کہ ہم کسی اَور کو نظر نہیں آتے لیکن وہ یہ ضرور سمجھتے ہیں کہ اُن کے اعمال کسی اَور کو نظر نہیں آتے۔ وہ جھوٹ بولتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اُن کا یہ فعل کسی اَور کو نظر نہیں آتا۔ وہ ظلم کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہیں کوئی اَور دیکھ نہیں رہا۔ وہ نمازوں کے تارک ہوتے ہیں لیکن سمجھتے ہیں کہ کوئی محلّہ والا یہ نہیں جانتا کہ وہ نمازوں کے تارک ہیں۔ وہ چندے نہیں دیتے اور سمجھتے ہیں کہ سارے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ چندے دیتے ہیں۔ گویا وہ اپنے جسم کے متعلق تو یہ خیال نہیں کرتے کہ اسے کوئی دیکھ نہیں رہا۔ لیکن جھوٹ، دھوکا، فریب، کینہ، کپٹ، حسد اور ظلم کے متعلق وہ یہ خیال کر لیتے ہیں کہ انہیں کوئی نہیں دیکھتا۔ جب انسان ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اُس کی مرض لاعلاج ہوجاتی ہے۔ انسان کی اصلاح کا بڑا ذریعہ یہ ہے کہ لوگ اُس کے عیوب کو دیکھیں اور اُسے کہیں کہ تم میں فلاں عیب ہے۔

اسی طرح وہ اپنے اُس عیب کی اصلاح کر لیتا ہے۔ جب وہ اپنے وہم سے اِس ذریعہ کو بھی مٹا دے تو جو چاہے کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک لڑکی تھی۔ جو اَب فوت ہوگئی ہے۔ اُس کی آنکھیں کمزور تھیں۔ اُس کے والد کثرت سے قادیان آتے تھے اور اکثر ہمارے گھروں میں ہی رہتے تھے۔ اُس کی آنکھ کا پپوٹا جھکا ہوا تھا اَور وہ بڑی کوشش سے پپوٹے اٹھا کر دیکھ سکتی تھی اور بڑی عمر تک اس کا یہی حال تھا۔ میں نے اسے ادھیڑ عمر تک دیکھا ہے۔ اُسے پہلے سے تو آرام تھا لیکن پھر بھی وہ بڑی مشکل سے دیکھتی تھی۔ چونکہ اُس کی آنکھوں میں نقص تھا اور وہ دوسرے کو دیکھ نہیں سکتی تھی اس لیے وہ بچپن میں سمجھتی تھی کہ لوگ بھی اُسے نہیں دیکھتے۔ اُن دِنوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ضروری کتاب لکھ رہے تھے۔ آپ کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ بچے آپ کو ستائیں نہیں تا کتاب کا مضمون خراب نہ ہو۔ ہم تو ایسی عمر کے تھے کہ یہ بات سمجھ سکتے تھے۔ میری عمر اُس وقت پندرہ سولہ سال کی تھی، میاں بشیر احمد صاحب دس گیارہ سال کے تھے اور میاں شریف احمد صاحب آٹھ نو سال کے تھے۔ اس لیے ہم تو سمجھ سکتے تھے کہ ہمارے وہاں جانے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کام میں حرج واقع ہوگا۔ لیکن ہماری چھوٹی بہن امۃ الحفیظ بیگم جو میاں عبداللہ خاں صاحب سے بیاہی ہوئی ہیں ڈیڑھ دو سال کی تھیں وہ یہ بات نہیں سمجھ سکتی تھیں۔ اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مٹھائی منگوا کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے۔ جب امۃ الحفیظ بیگم باتیں شروع کر دیتیں تو آپ انہیں مٹھائی دے دیتے اور وہ باہر آ جاتیں۔ اس طرح آپ اپنے وقت کا بچاؤ کر لیتے تھے۔ ہماری بہن کا نام تو امۃ الحفیظ بیگم ہے لیکن اس وقت ''پھچّی پھچّی'' کہا کرتے تھے۔ اُس لڑکی نے جب یہ بار بار سنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ پھچّی مٹھائی لے لو تو خیال کیا کہ میں بھی مٹھائی لاؤں۔ اُس نے خیال کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میری طرح دیکھتے تو ہیں نہیں۔ اس لیے انہیں پتا نہیں لگے گا کہ میں کون ہوں۔ چنانچہ وہ اپنی چھوٹی بہن کو ساتھ لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گئی اور ہاتھ پھیلا کر کہنے لگی حضرت صاحب جی! میں پھچّی ہوں مجھے مٹھائی دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے مٹھائی دے دی۔ لیکن بعد میں گھر میں بتایا کہ یہ سمجھتی ہے کہ اُس کی طرح ہمیں بھی نظر نہیں آتا۔ اپنی وفات سے کوئی ایک سال پہلے وہ لڑکی

میرے پاس ملنے آئی تو میں نے اُسے کہا کیا تمہیں اپنے بچپن کا لطیفہ یاد ہے؟ تو اُس نے کہا ہاں خوب یاد ہے۔ کیونکہ اُس کے ماں باپ اور رشتہ دار وغیرہ اُسے وہ لطیفہ ساری عمر یاد دلاتے رہے تھے۔ یہی حالت عام لوگوں کی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں سارے لوگ ہی اندھے ہیں اور کوئی اُن کے عیب کو نہیں دیکھ رہا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط بات ہے۔

جب تم یہ بیان کرتے ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ دنیا بالکل خراب ہوگئی تھی اس لیے خدا تعالیٰ نے آپؑ کو بھیجا تا کہ آپ اخلاق اور روحانیت کو قائم کریں۔ اور تم یہ سمجھتے ہو کہ جب تک ہم ایک غیر احمدی سے یہ باتیں منوائیں گے نہیں، وہ حضرت مرزا صاحب کو مانے گا نہیں، کیونکہ جب کوئی خرابی ہے ہی نہیں تو خدا تعالیٰ کو یہ شور مچانے کی کیا ضرورت تھی۔ لیکن جب تم کسی مخالف کو یہ دلیل دیتے ہو تو وہ ہنس پڑتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کیا تغیر پیدا کیا ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ تم لوگ جھوٹ بولتے تھے حضرت مرزا صاحب نے سچ بُلوا دیا، تم حرامخوری کرتے تھے حضرت مرزا صاحب نے حرامخوری کو بند کروا دیا، تم نماز کے پاس نہیں جاتے تھے حضرت مرزا صاحب نے تمہیں نماز پڑھا دی، تم روزے نہیں رکھتے تھے حضرت مرزا صاحب نے تمہیں روزے رکھوا دیئے، تم زکوٰۃ نہیں دیتے تھے حضرت مرزا صاحب نے تم سے زکوٰۃ دلوا دی۔ تو بے شک ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا کیا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض احمدیوں میں یہ تغیر ضرور پیدا ہوا ہے۔ اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ اکثر احمدیوں میں کچھ نہ کچھ تغیر پیدا ہوا ہے۔ لیکن جن لوگوں میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا یا کچھ نہ کچھ تغیر پیدا ہوا ہے انہیں دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ اگر ان لوگوں میں کچھ اچھے آدمی پائے جاتے ہیں تو ہم میں بھی کچھ اچھے آدمی پائے جاتے ہیں۔ ہم میں اور ان لوگوں میں کوئی نمایاں فرق نہیں کہ ہمیں ان کی جماعت میں داخل ہونے کی ضرورت ہو۔ جماعت میں داخل ہونے اور جماعت سے باہر رہنے میں فرق تب ظاہر ہوگا جب وہ دیکھیں کہ اُن میں ظلم پایا جاتا ہے لیکن تم میں نہیں پایا جاتا۔ اُن میں فریب اور دھوکا دہی پائی جاتی ہے لیکن تم میں نہیں پائی جاتی۔ اُن میں نکما پن، چغلخوری، عیب جوئی اور دوسری برائیاں پائی جاتی ہیں لیکن تم ان سے پاک ہو چکے ہو۔ ورنہ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ آخر مرزا صاحب نے کیا تغیر پیدا کیا ہے؟ آپ کے آنے سے سارے عالَمِ اسلام میں جوش پیدا ہوا۔ اور لوگ ہمارے مخالف ہو گئے لیکن

اس کی کوئی وجہ بھی تو ہونی چاہیے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ پچھلے فسادات میں جو کچھ ہوا وہ کچھ کم تھا؟ احمدیوں کو مارا گیا، اُن کے گھر لُوٹے گئے اور عوام میں اِس قدر جوش پیدا کر دیا گیا کہ گورنمنٹ بھی ہل گئی۔ اُن دنوں عرب، مصر اور امریکہ سے جو لوگ آتے تھے وہ بھی ہم سے یہی پوچھتے تھے کہ جماعت کے خلاف یہ جوش کیوں ہے؟ اگر ہم انہیں یہ کہتے کہ ہم سارے سچے ہیں اور راستباز ہیں، نیک ہیں، غرباء سے ہمدردی کرتے ہیں، مخلوقِ خدا سے ہمیں محبت ہے، ہم میں قربانی اور ایثار پایا جاتا ہے۔ لیکن ان لوگوں میں چونکہ یہ باتیں نہیں پائی جاتیں اس لیے یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں مٹا دیں تا کہ ہمارے آئینہ میں ان کو اپنی خراب شکل نظر نہ آئے۔ تو یہ بات سب لوگ سمجھ جاتے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ جواب دینا پڑتا تھا کہ یہ لوگ حیاتِ مسیح کے قائل ہیں۔ اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام دوسرے لوگوں کی طرح فوت ہو گئے ہیں۔ ہم جہاد کی اَور تشریح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی زمانہ تبلیغی جہاد کا ہوتا ہے اور کوئی زمانہ تلوار کے جہاد کا ہوتا ہے۔ لیکن یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہر حالت میں تلوار کا جہاد فرض ہے۔ اِس اختلاف کی وجہ سے یہ لوگ ہمیں مارتے ہیں، لُوٹتے ہیں اور بُرا بھلا کہتے ہیں۔ ہمارا یہ جواب خواہ کتنا بھی معقول ہوتا، اُن لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا اور وہ حیران ہوتے تھے کہ اِس اختلاف کی وجہ سے لوگ اِتنی مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ امریکن اور یورپین لوگ آئے تو انہوں نے بھی یہی سوال کیا کہ آخر کوئی وجہ تو ہے جس کی وجہ سے سب لوگ آپ کے خلاف ہیں۔ ہم اِس کا یہ جواب دے سکتے تھے اور دیتے بھی تھے کہ آپ اُن سے پوچھیں۔ غصہ انہیں آتا ہے ہمیں تو نہیں آتا۔ اس لیے وہی بتا سکتے ہیں کہ ان کے غصہ کی کیا وجہ ہے لیکن وہ لوگ کہتے ہم آپ سے بھی پوچھنا چاہتے ہیں۔ آپ بھی تو اسی ملک میں رہتے ہیں آپ کو پتا ہونا چاہیے کہ آخر اُن کے غصہ میں آنے کی کیا وجہ ہے۔ اِس پر ہم اختلافات بیان کرتے۔ لیکن وہ ان اختلافات کو سمجھ نہیں سکتے تھے۔ مثلاً اگر ایک جاپانی ہم سے اِس قسم کا سوال کرتا ہے تو وہ حضرت مسیح علیہ السلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ہی قائل نہیں۔ اُس کے سامنے اگر ہم یہ بات بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ حیاتِ مسیح کے قائل ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام بجسدِ عنصری آسمان پر موجود ہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ آپ دوسرے لوگوں کی طرح وفات پا گئے ہیں۔ تو اُس کے لیے یہ بالکل بے حقیقت چیز ہے۔ اگر ہم کہتے ہیں کہ ہم جہاد کا یہ مفہوم پیش کرتے ہیں اور اُن کا عقیدہ جہاد سے متعلق یہ ہے۔ تو وہ اس کی کوئی قیمت نہیں سمجھتا۔

لیکن ایک دہریہ بھی جو کسی مذہب کا قائل نہیں ہوتا سچ بولنا، ظلم نہ کرنا، رحم اور انصاف سے کام لینا، غرباء سے ہمدردی کرنا اور قربانی اور ایثار کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ ہم ایک جاپانی سے یہ امید نہیں رکھتے کہ وہ وفاتِ مسیح کے عقیدہ کو سمجھے۔ لیکن ایک جاپانی، چینی، افریقی اور مصری اِس حقیقت کو ضرور سمجھتا ہے کہ دنیا میں امن قائم ہونا چاہیے، انصاف کرنا چاہیے، عدل سے کام لینا چاہیے۔ تم ایک دہریہ کو کہو کہ تم نماز پڑھو تو وہ تمہاری شکل دیکھ کر خیال کرے گا کہ تم پاگل ہو گئے ہو۔ لیکن اگر تم اُسے کہو کہ سچ بولو تو باوجود اِس کے کہ وہ کسی مذہب کا بھی قائل نہیں وہ اِس بات کو وزن دے گا۔ وہ تمہیں یا تو یہ کہے گا کہ میں سچ بولتا ہوں یا کہے گا میں کمزور ہوں۔ میں معافی مانگتا ہوں آئندہ ہمیشہ سچ بولوں گا۔ وہ یہ نہیں کہے گا کہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ تم ایک ہندو یا ایک سکھ کو یہ کہو کہ تم ظلم نہ کرو تو وہ یا تو یہ کہے گا کہ میں ظلم نہیں کرتا یا کہے گا کہ بے شک مجھ سے غلطی ہوگئی ہے میں آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ لیکن اگر تم اُسے یہ کہو کہ تم قرآن کریم پڑھا کرو تو وہ ہنس پڑے گا اور کہے گا کہ کیا میں مسلمان ہوں؟ اگر تم ایک دہریہ کو کہو کہ تم ہستی باری تعالیٰ پر ایمان لاؤ تو وہ ہنس پڑے گا۔ لیکن اگر اُسے یہ کہو کہ تم کمزور پر ظلم نہ کرو تو باوجود اِس کے کہ کمزور پر ظلم نہ کرنا خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانے کے مقابلہ میں نہایت چھوٹی سی چیز ہے پھر بھی ایک دہریہ اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ وہ اِس بات پر ہنس نہیں سکتا۔ وہ یہ کہے گا کہ آپ کو غلط فہمی ہوگئی ہے میں کمزوروں پر ظلم نہیں کرتا۔ یا یہ کہے گا مجھ سے غلطی ہوگئی ہے آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ یا یہ کہے گا کہ تم کون ہوتے ہو میرے معاملات میں دخل دینے والے۔ لیکن یہ نہیں کہے گا کہ یہ بات کوئی وزن نہیں رکھتی۔ بہرحال وہ تمہاری اس بات کے تین جواب ہی دے گا۔ یا یہ کہ میں ظلم نہیں کرتا آپ کو غلط فہمی ہوگئی ہے۔ یا یہ کہ میں نے اس دفعہ غلطی کی ہے آئندہ غلطی نہیں کروں گا۔ یا یہ کہ آپ کون ہوتے ہیں میرے معاملات میں دخل دینے والے۔ لیکن اس کے مقابلے میں اگر ہم اُسے یہ کہیں کہ خدا تعالیٰ پر ایمان لاؤ، رسول پر ایمان لاؤ، قرآن کریم پر ایمان لاؤ، تو وہ کہے گا اس میں کیا رکھا ہے؟

پس تم دنیا کے سامنے یہ بات پیش نہیں کر سکتے کہ ہم خدا تعالیٰ کے وجود پر ایمان رکھتے ہیں، اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں، قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہاں ہم یہ بات پیش کر سکتے ہیں کہ ہم راستباز ہیں، سچے ہیں، شریعت پر عمل کرنے والے ہیں۔ ہم فریب نہیں کرتے، دھوکا نہیں دیتے، دوسرے کا مال نہیں کھاتے، کینہ نہیں رکھتے، غرباء سے ہمدردی کرتے ہیں، قربانی اور ایثار کا مادہ ہم

میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ اِسی طرح تم اسلام کے دوسرے فرقوں کے سامنے یہ چیز پیش نہیں کر سکتے کہ ہم خدا، اس کے رسول اور قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ اِن چیزوں پر دوسرے مسلمان بھی یقین رکھتے ہیں۔ ہاں تم اُن کے سامنے یہ چیز پیش کر سکتے ہو کہ تم نے اسلام کی تعلیم کو ترک کر دیا ہے لیکن ہم اس پر عمل کرتے ہیں، ہم سارے کے سارے نمازیں پڑھتے ہیں، جن پر حج فرض ہے وہ حج کرتے ہیں، جنہیں روزہ رکھنا منع نہیں وہ روزہ رکھتے ہیں۔ پھر ہم قرآن کریم کی دوسری تعلیموں پر بھی عمل کرتے ہیں لیکن تم لوگ عمل نہیں کرتے۔ اگر تم یہ چیز پیش کرو تو دوسرے مسلمان چُپ ہو جائیں گے۔ پس سب سے واضح تعلیم جس کو ساری دنیا مانتی ہے وہ اخلاق کی تعلیم ہے۔ پھر اس سے اُتر کر دوسری باتیں ہیں۔ پس ایک مسلمان کو تم کہہ سکتے ہو کہ ہم تم سے زیادہ شریعت پر عمل کرتے ہیں اور اگر تم واقع میں ایسا کرتے ہو تو دوسرے لوگ اِس سے ضرور متاثر ہوں گے۔ اور متاثر ہوتے بھی ہیں۔ چنانچہ جہاں بھی ایسے احمدی پائے جاتے ہیں جو اچھا نمونہ دکھا رہے ہیں وہاں دوسرے لوگ یہی کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ آپ لوگ شریعت پر ہم سے زیادہ عمل کرتے ہیں۔ اِس پر ہم انہیں پکڑ لیتے ہیں کہ اگر ہم لوگ شریعت کے احکام پر تم سے زیادہ عمل کرتے ہیں تو ہم کافر کس طرح ہوئے۔

پس میں جماعت کو عموماً اور ربوہ کے رہنے والوں کو خصوصاً اِس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ تم اپنے اعمال سے یہ بات واضح کرو کہ تم سچے مومن ہو۔ اگر تم ایسا کرو اور تمہاری مسجدیں اور تمہارے بازار اس بات پر شاہد ہوں کہ تم نمازوں میں زیادہ پختہ ہو تم غرباء کی خبر گیری کرتے ہو، تم ہمیشہ سچ بولتے ہو، تمہاری زبان عیب چینی نہیں کرتی، تم ظلم وتعدی نہیں کرتے تو ہر شخص یہ اقرار کرے گا کہ مرزا صاحب نے عظیم الشان کام کیا ہے۔ اُس سے کسی لمبی بحث کی ضرورت نہیں ہوگی۔ لیکن اگر تم کہو گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں تو ہے تو یہ سچی بات اور دوسرے مسلمانوں کا عقیدہ غلط ہے لیکن تمہیں ایک لمبی بحث کے بعد انہیں یہ بات منوانی پڑے گی کہ اِس بات کا ماننا اسلام کے لیے مُضر ہے۔ تمہارا مخاطب شروع میں یہ کہہ دے گا کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں یا وفات یافتہ، اِس میں کیا رکھا ہے؟ لیکن اگر تم یہ کہو کہ تم مسلمانوں نے نمازیں چھوڑ دیں تھیں حضرت مرزا صاحب نے ہم سے نمازیں پڑھوانی شروع کر دیں، تم لوگوں نے زکوٰۃ دینی ترک کر دی تھی حضرت مرزا صاحب نے ہم سے زکوٰۃ دلوانی شروع کر دی،

تم لوگوں نے ذکرِ الٰہی ترک کر دیا تھا حضرت مرزا صاحب نے ذکرِ الٰہی شروع کروا دیا، تم لوگوں نے سچ بولنا ترک کر دیا تھا حضرت مرزا صاحب نے ہم سے سچ بلوانا شروع کروا دیا تم لوگوں میں رشوت خوری، جنبہ داری، ظلم وتعدی اور دوسروں کا مال کھانے کی بدعادات پائی جاتی تھیں حضرت مرزا صاحب نے ہم سے یہ عادات چُھڑوا دیں تو اِس کے جواب میں کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ مرزا صاحب نے کیا تغیر پیدا کیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہماری جماعت کی اکثریت نے ابھی اپنے اندر ایسا تغیر پیدا نہیں کیا کہ ہم غیروں کے سامنے یہ دعویٰ کر سکیں کہ ہماری عملی حالت اُن سے بہتر ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جہاں تک ارکانِ اسلام پر عمل کرنے کا سوال ہے ہماری جماعت زیادہ تعہّد کے ساتھ ان کو بجالاتی ہے۔ مسلمان ارکانِ اسلام کی بجا آوری میں بھی بہت کمزور ہیں۔ مثلاً روزہ کو ہی لے لو۔ ہندوستان میں روزہ تو رکھا جاتا ہے مگر عموماً بناوٹی ہوتا ہے۔ یعنی کوئی بچے سے روزہ رکھوا رہا ہے تو کوئی سفر میں بھی روزہ رکھ رہا ہے۔ حالانکہ نہ بچوں پر روزہ فرض ہے اور نہ سفر میں روزہ فرض ہے۔ ایسے ہندوستانی مسلمان بھی ہیں جو روزہ نہیں رکھتے یا بیکار روزہ رکھتے ہیں۔ یعنی روزہ رکھنے کے باوجود گالی گلوچ، جھوٹ اور دھوکا وفریب کو ترک نہیں کرتے۔ پھر حج کے لیے بھی اکثر ایسے لوگ جاتے ہیں۔ جن پر حج فرض نہیں ہوتا۔ مثلاً بھک منگے چلے جاتے ہیں امراء نہیں جاتے۔ مگر یہی چیز ہمیں اپنی جماعت میں بھی نظر آتی ہے۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں حج کرنے کی توفیق ہے لیکن وہ حج کے لیے نہیں جاتے۔ اگر تمہارے نزدیک کسی کے پاس دس کروڑ روپیہ ہو تب اُس پر حج فرض ہوتا ہے تو دس کروڑ روپے رکھنے والا تو یقیناً احمدیوں میں کوئی نہیں۔ لیکن اگر توفیق سے مُراد ہزار دو ہزار روپیہ ہے تو ایسے سینکڑوں لوگ ہماری جماعت میں موجود ہیں۔ ابھی ربوہ بن رہا ہے یہاں چھبیس چھبیس سو روپے میں ایک کنال زمین بکی ہے۔ بعض لوگ تین تین ہزار روپے فی کنال بھی لے رہے ہیں۔ پھر جن لوگوں نے اِس قیمت پر زمین خریدی ہے انہوں نے مکان بھی بنوانا ہے۔ اِس قدر روپیہ رکھنے والا احمدی یقیناً حج کر سکتا ہے۔ لیکن کتنے ہیں جو حج کے لیے جاتے ہیں؟ مجھے تو حج کے معاملہ میں احمدیوں اور غیر احمدیوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ جیسا دوسروں کا حال ہے ویسا ہی ہمارا حال ہے۔ لیکن باقی چیزوں میں احمدی نسبتاً اچھے ہیں۔ لیکن مقابلہ میں نسبتاً اچھا ہونا فائدہ نہیں دیتا۔ کیونکہ مخالف لوگ

کمزوروں کو پیش کر کے اچھے لوگوں کے اثر کو بھی دور کر دیتے ہیں۔ مثلاً اگر کہیں سو احمدی ہیں اور دو نماز نہیں پڑھتے تو مخالف اُن دو احمدیوں کو پیش کر کے کہہ دے گا کہ احمدی بھی نمازیں نہیں پڑھتے۔

پس تم اپنے اندر تغیر پیدا کرو۔ ورنہ احمدی ہونے کا تمہیں فائدہ کیا۔ تم تو احمدیت کو بدنام کرتے ہو۔ اگر تم نماز کے پابند نہیں، اگر تم روزہ نہیں رکھتے، اگر تم زکوٰۃ نہیں دیتے، اگر تم حج نہیں کرتے، اگر تم میں دیانت نہیں پائی جاتی، اگر تم میں حلال روزی کھانے کی عادت نہیں پائی جاتی تو احمدی ہونے کا فائدہ کیا۔ یہی چیز ہے جو دوسرے لوگوں نے دیکھنی ہے۔ لیکن تم اپنے اندر تغیر پیدا نہیں کرتے۔ تم اپنی اولادوں کو نماز، روزہ کی تلقین نہیں کرتے۔ حالانکہ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اپنی اولاد کو نماز اور زکوٰۃ کی تحریک کیا کرتے تھے2۔ لیکن تمہاری مساجد اتنی آباد نہیں ہوتیں۔ جو لوگ اس وقت جمعہ کے لیے یہاں بیٹھے ہیں ان لوگوں کو ربوہ کی تمام مساجد میں پھیلایا جائے تو کیا تم سمجھتے ہو کہ اتنے آدمی مساجد میں روزانہ آتے ہیں؟ اگر ربوہ میں دس مساجد ہیں تو کیا ان لوگوں کا دسواں حصہ ہر مسجد میں حاضر ہوتا ہے؟ یہ غلطیاں ایسی ہیں جو دوسروں کے لیے ٹھوکر کا موجب ہوتی ہیں۔ اب رمضان آیا ہے تم اِتنی تو کوشش کرو کہ تمہیں اِس ماہ میں فرائض کی طرف توجہ پیدا ہو جائے۔ آخر خدا تعالیٰ نے اسلام کو دنیا میں قائم کرنا ہے۔ اگر لوگ سیدھی طرح سے نہیں مانیں گے تو وہ ڈنڈے سے منوائے گا۔

پس تم کوشش کرو کہ تم میں عدل قائم ہو، انصاف ہو، روزے کی پابندی ہو، نماز کو سنوار کر ادا کرو۔ اگر تم میں سے کسی کے پاس کوئی معاملہ آئے تو چاہے وہ معاملہ اس کے باپ کا ہو، ماں کا ہو، بیٹے کا ہو یا بھائی کا ہو تم عدل اور انصاف سے منہ نہ موڑو۔ اس کے علاوہ بعض اَور بھی مسائل ہیں جن کی طرف توجہ دینا ضروری ہے۔ مثلاً دنیا امن چاہتی ہے وہ تمہاری خدمت کی ضرورت محسوس کرتی ہے۔ دنیا پر تباہیاں آتی ہیں، مصائب آتے ہیں، بلائیں آتی ہیں لیکن تم لوگ اپنے مخصوص مسائل میں ہی پڑے رہتے ہو۔ دوسرے لوگ تباہ ہو رہے ہوتے ہیں اور تم احمدیت کی صداقت کے متعلق اشتہار لکھ رہے ہوتے ہو۔ اِس سے لوگوں پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔

اور وہ کہتے ہیں کہ ہم تو مر رہے ہیں اور یہ لوگ اشتہار لکھنے میں لگے ہوئے ہیں، انہیں ہم سے کوئی ہمدردی نہیں۔ لیکن اگر تم میں محبت ہو، خدمتِ خلق کا مادہ ہو، اگر لوگ بھوکے ہوں اور تم اُن کی روٹی کا فکر کرو تو سب لوگ تمہاری طرف متوجہ ہو جائیں۔

مان لیا کہ ہم غریب ہیں لیکن ان کاموں میں ہمارا کچھ نہ کچھ دخل تو ہونا چاہیے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ احمدیت کے مخصوص مفاد سے تعلق رکھنے والی کوئی تحریک ہو تو جماعت کے لوگ اس میں کثرت سے چندہ دیتے ہیں۔ لیکن اگر ملک کی کسی مصیبت کے لیے چندہ کا اعلان کیا جائے تو لوگ اُس کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام مخلوق کی ہمدردی کا مادہ ہماری جماعت میں کم پایا جاتا ہے۔ مثلاً فلسطین پر مصیبت آئی اور جماعت میں چندہ کی تحریک کی گئی تو دو سال کے عرصہ میں کل چار ہزار روپیہ چندہ ہوا۔ لیکن اِسی مسجد کے لیے میں نے بیس پچیس ہزار روپے کی تحریک کی تھی لیکن چھپّن ہزار روپیہ آ گیا۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسجد ایک اہم چیز ہے لیکن جب مسلمان تباہ ہو رہے ہوں تو اُن کی ہمدردی زیادہ ضروری ہوتی ہے۔ لیکن عموماً دیکھا گیا ہے کہ کوئی سیلاب آ جائے یا کوئی اَور تباہی آ جائے تو جماعت میں جوش پیدا نہیں ہوتا کہ والنٹیئر جائیں اور لوگوں کی مصیبت میں مدد کریں۔ لیکن اگر میں اعلان کر دوں کہ فلاں کتاب شائع ہو رہی ہے اُس کے لیے چندہ کی ضرورت ہے تو مطلوبہ رقم سے زیادہ چندہ جمع ہو جائے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم کتاب کے لیے چندہ نہ دو۔ لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ تم دوسری باتوں میں بھی حصہ لو۔ کہتے ہیں "دریا میں رہنا اور مگر مچھ سے بَیر" لوگوں میں رہنا اور اُن کا درد نہ رکھنا کتنی بڑی حماقت کی بات ہے۔ بندوں میں رہنا ہو تو اُن کی خدمت کا جذبہ بھی رکھنا چاہیے۔ اگر تم میں بیواؤں کی خدمت، غرباء کی امداد، اور تباہیوں میں تباہ حالوں کی خبر گیری کرنے اور اُن کے لیے چندے دینے کی عادت نہیں پائی جاتی تو تم میں کچھ بھی نہیں پایا جاتا۔ تمہارا فرض ہے کہ تم مسلمانوں کی ہمدردی کے کاموں میں حصہ لو اور جو تحریکات سارے ملک کے ساتھ تعلق رکھتی ہوں اُن میں بھی شوق سے شامل ہونے کی کوشش کرو۔ لیکن عموماً یہی دیکھا گیا ہے کہ اگر ملک کی کسی مصیبت کے لیے چندہ کا اعلان ہو، اگر اسلام کی مخصوص ضرورت ہو تو جماعت اُس طرف بڑی توجہ دیتی ہے۔ اِس نقص کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو ٹھوکر لگتی ہے

اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتے ۔ مذہب بالکل اَور چیز ہے ۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم فلاں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ۔ لیکن اگر کوئی عیسائی ہو اور اُس کے گھر کو آگ لگ جائے اور تم اُس کی مدد نہ کرو تو کیا خدا تعالیٰ تمہیں صرف اس وجہ سے چھوڑ دے گا کہ وہ عیسائی تھا مسلمان نہیں تھا اگر کوئی شخص ڈوب رہا ہو اور تم اُسے بچاؤ نہیں تو کیا خدا تعالیٰ تمہیں اِس لیے چھوڑ دے گا کہ وہ عیسائی تھا یا چوہڑا تھا اگر تم ایسے وقت میں ڈوبنے والے کی مدد نہیں کرتے تو خدا تعالیٰ تمہیں ضرور پکڑے گا ۔ لیکن اگر مصیبت کے وقت تم دوسرے لوگوں کی مدد کرتے ہو تو خدا تعالیٰ بھی تم سے خوش ہوگا اور اُن کا یہ خیال بھی جاتا رہے گا کہ تمہیں اُن سے کوئی ہمدردی نہیں ۔ تم سمجھتے ہو کہ دین کے لیے چندہ دے دیا تو اپنے فرض کو پورا کر دیا ۔ بے شک یہ بات بھی اہم ہے لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق سے محبت رکھے بغیر خدا تعالیٰ کی محبت حاصل نہیں ہوسکتی ۔

جو شخص محبتِ الٰہی کا دعویٰ کرتا ہے ضروری ہے کہ اُسے خدا تعالیٰ کے بندوں سے بھی محبت ہو۔ یہ ایک فطرتی چیز ہے۔ اگر تمہیں خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ محبت نہیں تو خدا تعالیٰ بھی تم سے محبت نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ کہے گا کہ یہ لوگ میرے ساتھ تو محبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن میرے بچوں کے ساتھ کوئی محبت نہیں کرتے ۔ پس تم اپنی اصلاح کرو اور جہاں تم خدا تعالیٰ سے محبت کرو وہاں مخلوق سے بھی محبت کرو تا تم خدا تعالیٰ اور اُس کے بندوں دونوں کے سامنے سُرخرو ہوسکو۔،،

(المصلح 26؍جون 1953ء)

1: متی باب 7 آیت 3 تا 5 (مفہوماً)

2: وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ (مریم: 56)